فہم القرآن سیریز نمبر 1
سورۃ سیریز

سُوْرَۃُ الْمُزَّمِّلِ

سوال و جواب کی صورت میں
قرآن مجید کی ہر آیت کی وضاحت

نگہت ہاشمی
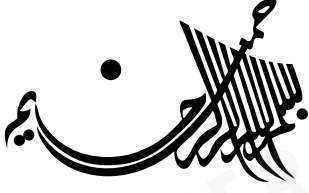
تفسیر سورۃ المزمل

نگہت ہاشمی

تفسیر سورۃ المزمل

نگہت ہاشمی

النور پبلیکیشنز

نام کتاب : تفسیر سورۃ المزمل

مصنفہ : نگہت ہاشمی

طبع اول : مارچ 2009ء

طبع دوم : اپریل 2018ء

تعداد : 2100

ناشر : النور انٹرنیشنل

لاہور : 102-H گلبرگ III، نزد فردوس مارکیٹ، لاہور

فون نمبر : 0336-4033045, 042-35881169, 042-35851301

کراچی : گراؤنڈ فلور کراچی بیچ ریزیڈنسی نزد بلاول ہاؤس، کلفٹن بلاک III، کراچی

فون نمبر : 0336-4033034 - 021-35292341-42

فیصل آباد : 121-A فیصل ٹاؤن، ویسٹ کینال روڈ، فیصل آباد

فون نمبر : 03364033050, 041-8759191

ای میل : sales@alnoorpk.com

ویب سائٹ : www.alnoorpk.com

فیس بک : Nighat Hashmi, Alnoor International

فہرست

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ابتدائیہ

قرآن مجید کو انسان کے قلب وذہن اور زندگی میں اُتارنے کے لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جو طریقے اختیار کیے ہیں، اُن میں سے ایک اہم طریقہ سوال وجواب کا ہے۔ مثلاً سورۃ المدثر میں اللہ تعالیٰ سوال کرتے ہیں:

﴿وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ﴾

''اور تمہیں کس نے خبر دی کہ دوزخ کیا ہے؟'' (27)

پھر اگلی ہی آیات میں جواب دیا جاتا ہے:

﴿لَا تُبْقِيْ وَ لَا تَذَرُ ﴿۲۸﴾ لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ﴿۲۹﴾ عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ﴿۳۰﴾﴾

''نہ وہ باقی رکھے گی اور نہ وُہ چھوڑے گی۔ کھال کو جھلسا دینے والی ہے۔ اُس پر انیس فرشتے مقرر ہیں''

سورۃ البلد میں اللہ تعالیٰ خود ہی سوال اُٹھا کر جواب دیتے ہیں:

﴿وَ مَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ﴿۱۲﴾ فَكُّ رَقَبَةٍ ﴿۱۳﴾ اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ ﴿۱۴﴾ يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ﴿۱۵﴾ اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ﴿۱۶﴾ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ تَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَ تَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ﴿۱۷﴾﴾

''اور تم کیا جانو کہ کیا ہے وہ دشوار گزار گھاٹی؟ کسی گردن کا چھڑانا یا کسی بھوک والے دن کھانا کھلانا، کسی رشتے دار یتیم کو یا خاک نشین محتاج کو، پھر یہ کہ وہ اُن لوگوں میں ہو جو ایمان لائے اور جنہوں نے ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو رحم کرنے کی نصیحت کی''

سوال آدھا علم ہے۔ سوال جب اُٹھایا جاتا ہے تو ذہن متوجہ ہو جاتا ہے پھر جب جواب آتا ہے تو اس کا اثر گہرا ہوتا ہے۔ نبی ﷺ کثرت سے اس طریقے کو استعمال فرماتے تھے۔ امام بخاری رحمہ اللہ علیہ نے سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، انہوں نے بیان کیا:

قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : أَيُّكُمْ مَالُ وَارِثِهِ أَحَبُّ إِلَيْهِ مِنْ مَالِهِ؟

قَالُوا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا مِنَّا أَحَدٌ إِلاَّ مَالُهُ أَحَبُّ إِلَيْهِ؟

قَالَ: فَإِنَّ مَالَهُ مَا قَدَّمَ، وَمَالُ وَارِثِهِ مَا أَخَّرَ (صحیح بخاری:6442)

نبی ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کون ہے جسے اپنے مال سے زیادہ اپنے وارث کا مال پیارا ہو؟''

انہوں نے عرض کیا: ''یارسول اللہ ﷺ! ہم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جس کو اپنا مال زیادہ پیارا نہ ہو۔''

آپ ﷺ نے فرمایا:

''بے شک اُس کا مال وہ ہے جو اس نے آگے بھیجا (یعنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا)

اور اس نے جو (مال) پیچھے چھوڑا، وہ اس کے وارث کا مال ہے۔''

ہر آیت میں غور وفکر کے بہت سے پہلو ہوتے ہیں لیکن انسان عام طور پر انہیں نظر انداز کر کے گزر جاتا ہے۔ یہ پہلو سوال کی صورت میں سامنے آئیں تو انسان رُک کر سوچتا ہے۔ سوال وجواب کے انداز میں سیکھنا زیادہ آسان ہو جاتا ہے۔ انسان کو سوالوں کے جواب مل جائیں تو اطمینان ہو جاتا ہے اور دل جمتا ہے۔

قران حکیم کو سوال وجواب کی صورت میں **قُرۡاٰنًا عَجَبًا** کے نام سے مرتّب کرنے کی کوشش کی ہے۔ ہر آیت کے اہم پہلوؤں کو سوال کی صورت میں اُٹھایا ہے اور نکات (Points) کی صورت میں ان کا جواب قرآن حکیم ہی سے لینے کی کوشش کی ہے۔ میں نے تجربہ کیا ہے کہ اس طرح اہم نکات (Tips) پر آجاتے ہیں، وہ نکات جن پر انسان عام طور یا تو سوچتا نہیں یا پھر ویسے ہی گزر جاتا ہے۔ قرآن مجید کو اِس انداز میں پڑھ کر ہر وہ شخص فائدہ اُٹھا سکتا ہے جو قرآن کے راستے کا مسافر بننا چاہتا ہے۔ اگرچہ سوال وجواب کے طریقے سے شعور بیدار ہوتا ہے لیکن ایک انسان کا علم محدود ہے، سمجھ محدود ہے، فرشتوں کی بات کو سامنے رکھیں تو اپنے علم کی حقیقت سامنے آتی ہے۔

﴿سُبۡحٰنَكَ لَا عِلۡمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمۡتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَلِيۡمُ الۡحَكِيۡمُ﴾

''آپ پاک ہیں جو آپ نے ہمیں سکھایا ہے اس کے سوا ہمیں کچھ علم نہیں

یقیناً آپ ہی سب کچھ جاننے والے، کمال حکمت والے ہیں'' (البقرہ:32)

میں ان سب کی بہت ممنون ہوں جنہوں نے اس کاوش کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں میری مدد کی۔ قارئین سے درخواست ہے غلطیوں کی نشاندہی ضرور کریں۔ اگر اس سے کوئی بھلائی نصیب ہو تو اسے اللہ تعالیٰ کا کرم سمجھ لیں، آخرت کی فکر لاحق ہو جائے تو دعاؤں میں یاد رکھیں۔ اللہ تعالیٰ میری خطاؤں سے درگزر فرمائے۔ آمین

دُعاؤں کی طلب گار

نگہت ہاشمی

ایاتھا ۲۰ ۷۳ سُوْرَۃُ الْمُزَّمِّلِ مَکِّیَّۃٌ ۳ رکوعاتھا ۲

سوال 1: یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟ اس کے کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: یہ مکی سورت ہے۔ اس کے 2 رکوع اور 20 آیات ہیں۔

سوال 2: مصحف میں ترتیب اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے اس سورت کا کون سا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 73 ہے اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے اس کا نمبر 3 ہے۔

سوال 3: اس سورت کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: یہ نزول وحی کے اعتبار سے تیسری سورت ہے۔

رکوع نمبر 1

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

﴿یٰٓاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ﴾

''اے چادر اوڑھنے والے!''(1)

سوال: ﴿یٰٓاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ﴾ ''اے چادر اوڑھنے والے!'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿یٰٓاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ﴾ ''اے چادر اوڑھنے والے!'' اللہ رب العزت نے اپنے نبی محمد ﷺ کو اس سعید گھڑی میں ندا دی ہے جب آپ ﷺ پر پہلی وحی نازل ہوئی تو آپ ﷺ کانپتے ہوئے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور انہیں کہا زملونی زملونی مجھے کچھ اوڑھا دو، مجھے کچھ اوڑھا دو۔

(2)(i) جس وقت یہ آیات نازل ہوئیں رسول اللہ ﷺ چادر اوڑھ کر لیٹے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ کی اسی حالت کو سامنے رکھتے ہوئے آپ ﷺ سے خطاب کیا گیا۔ (ii) یہ تذکرہ اس لئے بھی کیا گیا کہ اب چادر اوڑھ کر سونے کا وقت گیا۔

(3)ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ پر وحی کا ابتدائی دور اچھے سچے پاکیزہ خوابوں سے شروع ہوا۔آپ ﷺ خواب میں جو کچھ دیکھتے وہ صبح کی روشنی کی طرح صحیح اور سچا ثابت ہوتا۔پھر من جانب قدرت آپ ﷺ تنہائی پسند ہوگئے اور آپ ﷺ نے غار حرا میں خلوت نشینی اختیار فرمائی اور کئی کئی دن اور رات وہاں مسلسل عبادت اور یاد الٰہی وذکر وفکر میں مشغول رہتے۔جب تک گھر آنے کو دل نہ چاہتا توشہ ہمراہ لیے ہوئے وہاں رہتے۔توشہ ختم ہونے پر ہی اہلیہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لاتے اور کچھ توشہ ہمراہ لے کر پھر وہاں جا کر خلوت گزیں ہوجاتے، یہی طریقہ جاری رہا یہاں تک کہ آپ ﷺ پر حق منکشف ہوگیا اور آپ ﷺ غار حرا ہی میں قیام پذیر تھے کہ اچانک جبرائیل علیہ السلام آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ اے محمد! پڑھو۔آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا کہ میں پڑھنا نہیں جانتا، آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ فرشتے نے مجھے پکڑ کر اتنے زور سے بھینچا کہ میری طاقت جواب دے گئی، پھر مجھے چھوڑ کر کہا کہ پڑھو، میں نے پھر وہی جواب دیا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔اس فرشتے نے مجھ کو نہایت ہی زور سے بھینچا کہ مجھ کو سخت تکلیف محسوس ہوئی، پھر اس نے کہا کہ پڑھ! میں نے کہا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔فرشتے نے تیسری بار مجھ کو پکڑا اور تیسری مرتبہ پھر مجھ کو بھینچا پھر مجھے چھوڑ دیا اور کہنے لگا کہ ''پڑھو اپنے رب کے نام کی مدد سے جس نے پیدا کیا اور انسان کو خون کی پھٹکی سے بنایا، پڑھو اور آپ کا رب بہت ہی مہربانیاں کرنے والا ہے۔'' پس یہی آیتیں آپ ﷺ جبرائیل علیہ السلام سے سن کر اس حال میں غار حرا سے واپس ہوئے کہ آپ ﷺ کا دل اس انوکھے واقعہ سے کانپ رہا تھا۔آپ ﷺ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لائے اور فرمایا کہ مجھے کمبل اوڑھا دو۔انہوں نے آپ ﷺ کو کمبل اوڑھا دیا۔جب آپ ﷺ کا ڈر جاتا رہا۔تو آپ ﷺ نے اپنی زوجہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو تفصیل کے ساتھ یہ واقعہ سنایا اور فرمانے لگے کہ مجھ کو اب اپنی جان کا خوف ہوگیا ہے۔آپ ﷺ کی اہلیہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کی ڈھارس بندھائی اور کہا کہ آپ کا خیال صحیح نہیں ہے۔ اللہ کی قسم! آپ کو اللہ کبھی رسوا نہیں کرے گا، آپ تو اخلاق فاضلہ کے مالک ہیں، آپ تو کنبہ پرور ہیں، بے کسوں کا بوجھ اپنے سر پر رکھ لیتے ہیں، مفلسوں کے لیے آپ کماتے ہیں، مہمان نوازی میں آپ بے مثال ہیں اور مشکل وقت میں آپ امر حق کا ساتھ دیتے ہیں۔ایسے اوصاف حسنہ والا انسان یوں بے وقت ذلت وخواری کی موت نہیں پا سکتا۔پھر مزید تسلی کے لیے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں، جو ان کے چچا زاد بھائی تھے اور زمانہ جاہلیت میں نصرانی مذہب اختیار کر چکے تھے اور عبرانی زبان کے کاتب تھے، چنانچہ انجیل کو بھی حسب منشائے خداوندی عبرانی زبان میں لکھا کرتے تھے۔(انجیل سریانی زبان میں نازل ہوئی تھی پھر اس کا ترجمہ عبرانی زبان میں ہوا۔ورقہ اسی کو لکھتے تھے) وہ بہت بوڑھے ہو گئے تھے یہاں تک کہ ان کی بینائی بھی رخصت ہو چکی تھی۔سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ان کے سامنے

آپ ﷺ کے حالات بیان کیے اور کہا کہ اے چچا زاد بھائی! اپنے بھتیجے (محمد ﷺ) کی زبانی ذرا ان کی کیفیت سن لیجئے وہ بولے کہ بھتیجے آپ نے جو کچھ دیکھا ہے، اس کی تفصیل سناؤ۔ چنانچہ آپ ﷺ نے از اول تا آخر پورا واقعہ سنایا، جسے سن کر ورقہ بے اختیار ہو کر بول اٹھے کہ یہ تو وہی ناموس (معزز راز دان فرشتہ) ہے جسے اللہ نے موسیٰ علیہ السلام پر وحی دے کر بھیجا تھا۔ کاش، میں آپ کے اس عہد نبوت کے شروع ہونے پر جوان عمر ہوتا۔ کاش میں اس وقت تک زندہ رہتا جب کہ آپ کی قوم آپ کو اس شہر سے نکال دے گی۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ سن کر تعجب سے پوچھا کہ کیا وہ لوگ مجھ کو نکال دیں گے؟ (حالانکہ میں تو ان میں صادق و امین و مقبول ہوں) ورقہ بولا ہاں یہ سب کچھ سچ ہے۔ مگر جو شخص بھی آپ کی طرح امر حق لے کر آیا لوگ اس کے دشمن ہی ہو گئے ہیں۔ اگر مجھے آپ کی نبوت کا وہ زمانہ مل جائے تو میں آپ کی پوری پوری مدد کروں گا۔ مگر ورقہ کچھ دنوں کے بعد انتقال کر گئے۔ پھر کچھ عرصہ تک وحی کی آمد موقوف رہی۔ (بخاری:3)

(4) نبی ﷺ کو حکم دیا گیا ہے کہ رات میں کمبل لپیٹ کر سونا چھوڑ دیں اور عزت و جلال والے رب کے سامنے شب بیدار رہیں۔

(مختصر ابن کثیر:2/2142)

﴿قُمِ الَّيۡلَ اِلَّا قَلِيۡلًا﴾

''رات کو قیام کرو مگر کم'' (2)

سوال: ﴿قُمِ الَّيۡلَ اِلَّا قَلِيۡلًا﴾ ''رات کو قیام کرو مگر کم'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قُمِ الَّيۡلَ﴾ ''رات کو قیام کرو'' یعنی نماز پڑھیں۔ (2) ﴿اِلَّا قَلِيۡلًا﴾ ''مگر کم'' یعنی آدھی رات۔

(3) نبی ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ رب العزت نے آپ ﷺ کو رات کو قیام کرنے کا حکم دیا ہے۔ ﴿قُمِ الَّيۡلَ اِلَّا قَلِيۡلًا﴾ ''رات کو قیام کرو مگر کم۔''

(4) ﴿وَمِنَ الَّيۡلِ فَتَهَجَّدۡ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖ عَسٰۤى اَنۡ يَّبۡعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدًا﴾ ''اور رات کے کچھ حصے میں پھر اس کے ساتھ بے دار رہیں یہ آپ کے لیے زائد عبادت ہے، قریب ہے آپ کا رب آپ کو مقامِ محمود پر فائز کر دے۔'' (بنی اسرائیل:79)

(5) ﴿تَتَجَافٰى جُنُوۡبُهُمۡ عَنِ الۡمَضَاجِعِ يَدۡعُوۡنَ رَبَّهُمۡ خَوۡفًا وَّطَمَعًا ۚ وَّمِمَّا رَزَقۡنٰهُمۡ يُنۡفِقُوۡنَ﴾ ''اُن کے پہلو بستروں سے الگ ہی رہتے ہیں وہ اپنے رب کو خوف اور اُمید سے پکارتے ہیں اور جو ہم نے انہیں رزق دیا اُس میں سے وہ خرچ کرتے ہیں۔'' (السجدہ:16)

(6) ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ رات کو نبی ﷺ کی نماز کس طرح ہوتی تھی؟ تو انہوں نے کہا کہ '' آپ ﷺ

شروع رات میں سوتے تھے اور اخیر رات میں اٹھ کر نماز پڑھتے تھے۔ نماز کے بعد پھر اپنے بستر کی طرف لوٹ آتے تھے پھر جب موذن اذان دیتا تو آپ اٹھتے پس اگر آپ کو ضرورت ہوتی تو غسل کرتے ورنہ وضو کر کے باہر تشریف لے جاتے۔'' (بخاری:1146)

(7) سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ اس قدر قیام فرماتے تھے کہ آپ ﷺ کے دونوں پاؤں یا (یہ کہا کہ) آپ ﷺ کی دونوں پنڈلیوں پر ورم آجاتا تھا۔ (بخاری:1130)

(8) سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کو تمام نمازوں سے زیادہ پسند سیدنا داؤد علیہ السلام کی نماز جیسی نماز ہے اور تمام روزوں میں زیادہ پسند اللہ تعالیٰ کو سیدنا داؤد علیہ السلام کے روزے جیسا روزہ ہے اور وہ نصف شب سوتے تھے اور تہائی رات میں نماز پڑھتے تھے اور پھر رات کے چھٹے حصے میں سو رہتے تھے اور ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن نہ رکھتے تھے۔'' (بخاری:1131)

﴿نِّصۡفَهٗۤ اَوِ انۡقُصۡ مِنۡهُ قَلِيۡلًا﴾

''آدھی رات یا اُس سے تھوڑا کم کرلو'' (3)

سوال: ﴿نِّصۡفَهٗۤ اَوِ انۡقُصۡ مِنۡهُ قَلِيۡلًا﴾ ''آدھی رات یا اُس سے تھوڑا کم کرلو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) رب العزت نے نبی ﷺ کے رات کے قیام کا اندازہ مقرر کیا اور فرمایا: (2) ﴿نِّصۡفَهٗۤ اَوِ انۡقُصۡ مِنۡهُ﴾ ''آدھی رات یا اُس سے تھوڑا کم کرلو'' آدھی رات یا آدھی میں سے بھی ﴿قَلِيۡلًا﴾ ''تھوڑا'' کچھ کم کردیں یعنی ایک تہائی کے لگ بھگ حصے میں تہجد ادا کریں۔

﴿اَوۡ زِدۡ عَلَيۡهِ وَرَتِّلِ الۡقُرۡاٰنَ تَرۡتِيۡلًا﴾

''یا اُس پر کچھ اضافہ کرلو اور قرآن کو خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو'' (4)

سوال: ﴿اَوۡ زِدۡ عَلَيۡهِ وَرَتِّلِ الۡقُرۡاٰنَ تَرۡتِيۡلًا﴾ ''یا اُس پر کچھ اضافہ کرلو اور قرآن کو خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو'' نبی اکرم ﷺ کو تلاوت قرآن کا طریقہ سکھایا گیا وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَوۡ زِدۡ عَلَيۡهِ﴾ ''یا اُس پر کچھ اضافہ کرلو'' یہ آپ ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ رات کا کچھ حصہ نماز تہجد ادا کرنے کا حکم دیا، تمام رات قیام کرنے کا حکم نہیں دیا۔

(2) ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ ﷺ کی رمضان کی نماز کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے کہا

رسول اللہ ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نماز نہ پڑھتے تھے۔(پہلے) چار رکعت پڑھتے تھے پس تم ان کی خوبی اور ان کے طول کی کیفیت نہ پوچھو، اس کے بعد پھر آپ ﷺ چار رکعت نماز پڑھتے تھے پس تم ان کی خوبی اور ان کے طول کی کیفیت نہ پوچھو، اس کے بعد تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔(بخاری:1147)

(3)﴿وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا﴾ ''اور قرآن کو خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو'' رتل کسی چیز کی خوبی، آرائش اور بھلائی کو کہتے ہیں اور رتل کے معنی سہولت اور حسن تناسب کے ساتھ کسی کلمہ کو ادا کرنا ہے۔(تیسیر القرآن:4/ 539)

(4) کیونکہ ترتیل قرآن سے تدبر اور تفکر حاصل ہوتا ہے، اس سے دلوں میں تحریک پیدا ہوتی ہے، اس کی آیات کے ساتھ تعبد ہوتا ہے اور اس پر عمل کے لیے مکمل استعداد اور آمادگی پیدا ہوتی ہے۔(تفسیر سعدی:3/2860)

(5) سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سورت کو اس قدر ترتیل کے ساتھ پڑھا کرتے تھے کہ وہ لمبی سے لمبی ہو جاتی تھی۔(مسلم:1712)

(6) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ نبی ﷺ کی قراءت کیسی تھی؟ انہوں نے کہا کہ کھینچ کر پڑھتے تھے پھر (سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے) بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھی (اس میں) بسم اللہ کو کھینچا اور الرحمن اور الرحیم کو بھی کھینچ کر (لمبا کر کے) پڑھا۔(بخاری:5046)

(7) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ فرما رہے تھے: اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز اتنی توجہ سے نہیں سنی جتنی توجہ سے اپنے نبی کریم ﷺ کو بہترین آواز کے ساتھ قرآن مجید پڑھتے سنا ہے۔(بخاری:5024)

(8) سیدنا براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو عشاء کی نماز میں سورۃ ﴿وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ﴾ پڑھتے ہوئے سنا اور میں نے آپ سے اچھی آواز یا اچھی تلاوت کسی کی نہیں سنی۔(بخاری:769)

(9) سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قرآن کو اپنی آوازوں کے ساتھ مزین کرو۔''(بخاری:7544)

(10) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو اچھی آواز کے ساتھ قرآن نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں۔''(بخاری، کتاب التوحید:7527)

(11) سیدنا ابن الہاد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نافع بن جبیر بن مطعم نے مجھ سے دریافت کیا کہ آپ کتنے روز میں قرآن کریم ختم کرتے ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ میں (قرآن کے) حصے نہیں کرتا۔ نافع نے کہا ایسا نہ کرو۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا میں نے قرآن کریم کا ایک حصہ

تلاوت کیا۔(ابوداؤد:1392)

(12)سیدنا عبداللہ بن مغفل مزنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ فتح مکہ والے سال اپنی سواری پر سورہ الفتح پڑھتے جارہے تھے اور آپ ﷺ اپنی قرأت کو دہراتے تھے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کبھی لوگوں سے یہ ڈر نہ ہوتا کہ مجھے گھیر لیں گے تو میں آپ ﷺ کی قرأت بیان کرتا۔ (مسلم:1853)

(13)سیدنا یعلی بن مملک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی بیوی سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کی نماز اور قرأت کیسی تھی؟ام المؤمنین نے فرمایا کہ تم کوان کی نماز سے کیا نسبت یعنی تم ویسے کہاں ادا کر سکتے ہو، پھر فرمایا! کہ آپ ﷺ کی عادت تھی کہ نماز پڑھتے یعنی شب کو پھر سو جاتے اس قدر کہ جتنی دیر نماز پڑھی تھی پھر نماز پڑھتے اس قدر کہ جتنا سوتے تھے پھر سوتے اس قدر کہ جتنی دیر نماز پڑھی تھی یہاں تک کہ صبح ہو جاتی پھر ان کی قرأت کی کیفیت بیان کی وہ کہتی تھیں کہ قرأت ان کی جدا جدا تھی حرف حرف۔(ترمذی:2923)

﴿اِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا﴾

”یقیناً ہم جلد ہی آپ پر ایک بھاری کلام نازل کریں گے“(5)

سوال:﴿اِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا﴾”یقیناً ہم جلد ہی آپ پر ایک بھاری کلام نازل کریں گے“رب العزت نے قرآن کی عظمت بیان کی،اس کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا﴾”یقیناً ہم جلد ہی آپ پر ایک بھاری کلام نازل کریں گے“یعنی ہم آپ کی طرف بھاری قرآن وحی کریں گے یعنی وہ معنیٰ عظیمہ اور اوصاف جلیلہ کا حامل ہے۔قرآن جس کا وصف یہ ہو اس بات کا مستحق ہے کہ اس کے لئے تیاری کی جائے۔اس کو ترتیل کے ساتھ پڑھا جائے اور جن مضامین پر مشتمل ہے اس پر غور کیا جائے۔(تفسیر سعدی:2860/3)

(2)قرآن مجید کے بارے میں رب العزت نے فرمایا:﴿لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ۭ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ﴾”اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کر دیتے تو یقیناً آپ اسے اللہ تعالیٰ کے خوف سے پست ہونے والا ٹکڑے ٹکڑے ہونے والا دیکھتے اور یہ مثالیں ہم انہیں لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں تا کہ وہ غور وفکر کریں۔“(الحشر:21)

(3)بھاری قول یعنی عمل میں بھاری یا اترتے وقت عظمت میں بھاری جیسا کہ سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی

ران میری ران پر تھی کہ اچانک وحی آ گئی مجھے اتنا بوجھ محسوس ہوا کہ ران ٹوٹ جانے کا ڈر پیدا ہوا۔ (مختصر ابن کثیر:2142/2)

(4) ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ بے شک میں نے سخت سردی والے دن آپ ﷺ پر وحی اترتے ہوئے دیکھی اور سلسلہ منقطع ہونے پر (یہ دیکھا کہ اس وقت) آپ ﷺ کی (مقدس) پیشانی سے پسینہ بہنے لگتا تھا۔ (بخاری:2)

(5) سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا، اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا آپ وحی (کے نزول) کو محسوس کرتے ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں، میں گھنٹی کی سی آواز سنتا ہوں اور پھر اس وقت میں خاموش ہو جاتا ہوں اور جب بھی مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے تو مجھے یوں محسوس ہوتا ہے گویا میری جان نکل جائے گی۔'' (مسند احمد:7089)

﴿اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْاً وَّاَقْوَمُ قِيْلًا﴾

''بلاشبہ رات کا اُٹھنا نفس کو زیادہ پامال کرنے والا اور بات کو زیادہ درست بنانے والا ہے'' (6)

سوال: ﴿اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْاً وَّاَقْوَمُ قِيْلًا﴾ ''بلاشبہ رات کا اُٹھنا نفس کو زیادہ پامال کرنے والا اور بات کو زیادہ درست بنانے والا ہے'' شب بیداری کی خوبیوں کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ﴾ ''بلاشبہ رات کا اُٹھنا'' یعنی رات کو سو کر اٹھنے کے بعد تہجد پڑھنا۔ ساری رات یا عشاء کے بعد والی رات یا رات کی ہر ساعت کو ناشئۃ کہتے ہیں کیونکہ رات کی ہر ساعت میں تہجد کے لئے اٹھ سکتے ہیں۔

(2) ﴿هِيَ اَشَدُّ وَطْاً﴾ ''نفس کو زیادہ پامال کرنے والا'' ﴿وَطْاً﴾ بمعنی روندنا اور پامال کرنا، سب کس بل نکال دینا۔ یعنی رات کو جاگ کر اپنے نفس کو اللہ تعالیٰ کی عبادت پر آمادہ کرنا نفس کی سرکشی کو دور کرنے اور اس کے کس بل نکالنے کے لیے بہت موثر علاج ہے۔ البتہ اس سے نفس کو کوفت بہت ہوتی ہے۔ اور ﴿وَطْاً عَلَى الْاَمْرِ﴾ کا دوسرا معنی کسی کام کو اپنی مرضی کے موافق آسان بنا لینا بھی ہے۔

(تفسیر تیسیر القرآن:540,541/4)

(3) رات کو سو کر اٹھنے کے بعد نماز پڑھنا نفس پر قابو پانے کے لئے بہت کارگر اور قرآن کے مقاصد کے حصول کے زیادہ قریب ہے۔ قلب و لسان اس سے مطابقت رکھتے ہیں، اس وقت مشاغل کم ہوتے ہیں اور جو کچھ وہ پڑھتا ہے اس کا فہم حاصل ہوتا ہے اور اس کا معاملہ درست ہو جاتا ہے۔ یہ دن کے اوقات کے برعکس ہے کیونکہ دن کے اوقات میں یہ مقاصد حاصل نہیں ہو سکتے۔ (تفسیر سعدی:2860/3)

(4) ﴿وَّاَقْوَمُ قِيْلًا﴾ ''اور بات کو زیادہ درست بنانے والا ہے'' دن کی قراءت کی نسبت رات کی قراءت میں سکون ہوتا ہے۔

(5)﴿وَّاَقْوَمُ قِيْلًا﴾ یعنی بات کو زیادہ درست بنانے والا۔یعنی شب بیداری کا دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اس وقت دل و دماغ تازہ ہوتے ہیں۔شوروغل نہیں ہوتا۔لہٰذا اس وقت جو قرآن پڑھا جائے گا۔طبیعت پوری توجہ سے اس میں غور وفکر کرے گی۔گویا قرآن کا مطالب سمجھنے اور اس سے اثر پذیری کے لیے یہ وقت موزوں ہے۔(تیسیر القرآن:541,540/4)

(6) سیدنا ابن زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مراد یہ ہے کہ رات کے وقت نماز کے لئے اٹھنا قلب،نگاہ، کان اور زبان سب میں باہمی موافقت پیدا کرنے میں اشد ہے یعنی بہت زیادہ مؤثر ہے۔(تفسیر معارف القرآن:593/8)

(7) رات کے قیام سے دل اور زبان میں کمال موافقت اور تلاوت میں کمال یکسوئی پیدا ہوگی دل زیادہ تر حاضر رہتا ہے اور فہم قرآن کے دروازے کھل جاتے ہیں،دن کے قیام میں یہ خوبیاں نہیں۔(سراج المنیر:2442/2)

(8) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو تہجد کے لیے کھڑے ہوتے تو یہ دعا پڑھتے: ’’اے میرے اللہ! ہرطرح کی تعریف تیرے ہی لیے ہے،تو آسمان اور زمین اور اس میں رہنے والی تمام مخلوق کا سنبھالنے والا ہے اور حمد تمام کی تمام بس تیرے ہی لیے مناسب ہے۔آسمان اور زمین اور ان کی تمام مخلوقات پر حکومت صرف تیرے ہی لیے ہے اور تعریف تیرے ہی لیے ہے۔تو آسمان اور زمین کا نور ہے اور تعریف تیرے ہی لیے ہے۔تو سچا ہے،تیرا وعدہ سچا،تیری ملاقات سچی،تیرا فرمان سچا ہے،جنت سچ ہے،دوزخ سچ ہے،انبیاء علیہم السلام سچے ہیں،محمد صلی اللہ علیہ وسلم سچے ہیں اور قیامت کا ہونا سچ ہے۔‘‘

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات میں تہجد کے لیے کھڑے ہوتے تو یہ دعا پڑھتے۔﴿اللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ قَيِّمُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ ، وَلَكَ الْحَمْدُ لَكَ مُلْكُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ ، وَمَنْ فِيهِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ نُورُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ ، وَلَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ الْحَقُّ ، وَوَعْدُكَ الْحَقُّ ، وَلِقَاؤُكَ حَقٌّ ، وَقَوْلُكَ حَقٌّ ، وَالْجَنَّةُ حَقٌّ ، وَالنَّارُ حَقٌّ ، وَالنَّبِيُّونَ حَقٌّ ,وَمُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَقٌّ ,وَالسَّاعَةُ حَقٌّ, اللّٰهُمَّ لَكَ أَسْلَمْتُ وَبِكَ آمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْكَ أَنَبْتُ وَبِكَ خَاصَمْتُ وَإِلَيْكَ حَاكَمْتُ ، فَاغْفِرْ لِي مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ وَمَا أَسْرَرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ ، أَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَأَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ ، أَوْ لَا إِلٰهَ غَيْرُكَ﴾ ’’اے میرے اللہ! ہرطرح کی تعریف تیرے ہی لیے زیبا ہے،تو آسمان اور زمین اور ان میں رہنے والی تمام مخلوق کا سنبھالنے والا ہے اور حمد تمام کی تمام بس تیرے ہی لیے مناسب ہے آسمان اور زمین اور ان کی تمام مخلوقات پر حکومت صرف تیرے ہی لیے ہے اور تعریف تیرے ہی لیے ہے،تو آسمان اور زمین کا نور ہے اور تعریف تیرے ہی لیے زیبا ہے،تو سچا ہے،تیرا وعدہ

سچا، تیری ملاقات سچی، تیرا فرمان سچا ہے، جنت سچ ہے، دوزخ سچ ہے، انبیاء سچے ہیں۔ محمد ﷺ سچے ہیں اور قیامت کا ہونا سچ ہے۔ اے میرے اللہ! میں تیرا ہی فرماں بردار ہوں اور تجھی پر ایمان رکھتا ہوں، تجھی پر بھروسہ ہے، تیری ہی طرف رجوع کرتا ہوں، تیرے ہی عطا کئے ہوئے دلائل کے ذریعہ بحث کرتا ہوں اور تجھی کو حکم بناتا ہوں۔ پس جو خطائیں مجھ سے پہلے ہوئیں اور جو بعد میں ہوں گی ان سب کی مغفرت فرما، خواہ وہ ظاہر ہوئی ہوں یا پوشیدہ۔ آگے کرنے والا اور پیچھے رکھنے والا تو ہی ہے۔ معبود صرف تو ہی ہے۔ یا (یہ کہا کہ) تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔'' (بخاری:1120)

﴿اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيْلًا﴾

''یقینا دن میں آپ کے لمبے کام ہیں'' (7)

سوال: ﴿اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيْلًا﴾ ''یقینا دن میں آپ کے لمبے کام ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيْلًا﴾ ''یقینا دن میں آپ کے لمبے کام ہیں'' یعنی دن میں آپ ضروریات بھی پوری کر سکتے ہیں، نوافل بھی پڑھ سکتے ہیں اور آرام بھی کر سکتے ہیں۔

(2) دن میں آپ کو معاشی ضروریات کے لئے بار بار آنا جانا پڑتا ہے۔ جو دل کے مشغول ہونے اور مکمل طور پر فارغ نہ ہونے کا سبب بنتا ہے۔ (تفسیر سعدی:2861/3)

﴿وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا﴾

''اور اپنے رب کا نام یاد کرو اور ہر طرف سے منقطع ہو کر اسی کی طرف متوجہ رہو'' (8)

سوال: ﴿وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا﴾ ''اور اپنے رب کا نام یاد کرو اور ہر طرف سے منقطع ہو کر اسی کی طرف متوجہ رہو'' اللہ تعالیٰ نے ذکر کی کثرت کا حکم دیا اس کی حکمت واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ﴾ ''اور اپنے رب کا نام یاد کرو'' پھر اس میں ہر طرح کا ذکر الٰہی شامل ہے۔

(2) یعنی آپ اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کریں یعنی رات دن، تسبیح تہلیل اور تحمید کریں۔

(3) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے تمام اوقات میں اللہ کا ذکر کیا کرتے تھے۔ (مسلم:826)

(4) ﴿وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا﴾ ''اور ہر طرف سے منقطع ہو کر اسی کی طرف متوجہ رہو۔'' یعنی دنیا سے کٹ کر اللہ تعالیٰ کا دھیان رکھیں اور

ضروریات سے فراغت پا کر اللہ تعالیٰ کی توجہ سے عبادت کریں۔جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ﴾''تو جب آپ فارغ ہو جائیں تو محنت کریں۔'' (الم نشرح:7)

(5)اللہ تعالیٰ کے لئے تبتیل سے مراد عبادت میں اخلاص پیدا کرنا اور سب سے منقطع ہو کر اس کی عبادت کرنا۔

(6)یعنی اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کیجئے کیونکہ اللہ تعالیٰ سے تعلق اور اس کی طرف انابت،قلب کے خلائق سے علیحدہ اور لاتعلق ہونے،اللہ تعالیٰ کی محبت اور ان اوصاف سے متصف ہونے کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ کے مقرب بناتے ہیں اور اس کی رضا کے قریب کرتے ہیں۔(تفسیر سعدی:3/2861)

﴿رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا﴾

''وہ مشرق ومغرب کا رب ہے۔اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں چنانچہ اُسی کو اپنا وکیل بناؤ''(9)

سوال:﴿رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا﴾''وہ مشرق ومغرب کا رب ہے۔اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں چنانچہ اُسی کو اپنا وکیل بناؤ'' عبادت اور توکل اللہ تعالیٰ ہی کے لئے مخصوص ہیں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ﴾''وہ مشرق ومغرب کا رب ہے'' یہ اسم جنس ہے اس میں سارے مشرق اور سارے مغرب شامل ہیں۔اللہ تعالیٰ سب کا رب ہے ان کا خالق اور مدبر ہے۔یعنی ساری کائنات کا مختار کل اور مالک اللہ تعالیٰ ہے۔

(2)﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾''اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں'' یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور حقیقی معبود نہیں،اور اس کے سوا کسی کی عبادت نہیں۔

(3)اس بالا و بلند تر ہستی کے سوا کوئی معبود نہیں،وہ اس بات کا مستحق ہے کہ اس کو محبت و تعظیم اور اجلال و تکریم سے مختص کیا جائے۔

(تفسیر سعدی:3/2861)

(4)﴿فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا﴾''چنانچہ اُسی کو اپنا وکیل بناؤ'' یعنی اپنے سارے امور اس کو سونپ دو وہ ان کے لئے کافی ہوگا۔(ایسر التفاسیر:1691)

(5)یعنی جس طرح وہ عبادت میں تنہا ہے وہ توکل میں بھی تنہا ہے۔لہٰذا اسی کو اپنا کارساز بناؤ جیسا کہ فرمایا:﴿فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ﴾''سو آپ اسی کی عبادت کریں اور اسی پر بھروسہ رکھیں۔''(ہود:123)﴿اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ﴾''ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور صرف تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔''(الفاتحہ:4) یعنی اللہ تعالیٰ ہی عبادت اور اطاعت کے ساتھ تنہا ہے اور توکل اسی کے ساتھ مخصوص ہے۔

(مختصر ابن کثیر:2/2143)

(6)اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرو کیونکہ دعوت کے کام کے لئے قوت،طاقت اور سبھی کچھ اُسی سے ملتا ہے۔

﴿وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا﴾

’’اور جو کچھ لوگ کہتے ہیں اُس پر صبر کرو اور انہیں چھوڑ دو، اچھے طریقے سے چھوڑنا‘‘ (10)

سوال: ﴿وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا﴾ ’’اور جو کچھ لوگ کہتے ہیں اُس پر صبر کرو اور انہیں چھوڑ دو، اچھے طریقے سے چھوڑنا‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ﴾ ’’اور جو کچھ لوگ کہتے ہیں اُس پر صبر کرو‘‘ جب اللہ تعالیٰ نے خصوصی طور پر نماز اور عمومی طور پر ذکر الٰہی کا حکم دیا۔ جس سے بندہ مومن میں بھاری بوجھ اٹھانے اور پر مشقت اعمال بجالانے کا ملکہ پیدا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان باتوں پر صبر کرنے کا حکم دیا ہے جو آپ کے معاندین آپ کو کہتے ہیں اور آپ کو اور جو کچھ آپ لے کر آئے ہیں اسے سب وشتم کرتے ہیں، نیز یہ کہ آپ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق چلتے رہیں کوئی روکنے والا آپ کی راہ کھوٹی کر سکے نہ کوئی آپ کو لوٹا سکے۔ (تفسیر سعدی: 2861/3)

(2) کفار مکہ نے آپ ﷺ کو شاعر، ساحر اور کاذب کہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس ایذاء کے مقابلے میں صبر کرنے کے لئے کہا ہے۔

(3) (i) دعوت کے میدان میں لوگوں کی بہت زیادہ باتیں برداشت کرنا پڑتی ہیں۔ اس لئے ردّ عمل کی نفسیات سے بچانے کے لئے مثبت طرف رخ موڑ دیا گیا کہ صبر اور درگزر سے کام لو۔ (ii) صبر بہترین ڈھال اور بہترین اَسلحہ ہے۔ صبر بہترین قلعہ ہے۔

(4) ﴿وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا﴾ ’’اور انہیں چھوڑ دو، اچھے طریقے سے چھوڑنا‘‘ اور یہ کنارہ کشی وہاں ہے جہاں مصلحت کنارہ کشی کا تقاضا کرتی ہے جس میں کوئی اذیت نہ ہو بلکہ ان کی تکلیف دہ باتوں سے اعراض کرتے ہوئے، ان سے کنارہ کشی کا معاملہ کریں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ آپ ان سے اس طریقے سے بحث کریں جو احسن ہو۔ (تفسیر سعدی: 2861/3)

(5) یعنی انہیں خوب صورتی سے چھوڑ دیں جن میں عتاب کی جھلک نہ ہو۔

﴿وَذَرْنِيْ وَالْمُكَذِّبِيْنَ اُولِي النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِيْلًا﴾

’’اور مجھے اور جھٹلانے والے خوش حال لوگوں کو چھوڑ دو اور اُنہیں تھوڑی سی مہلت دے دو‘‘ (11)

سوال: ﴿وَذَرْنِيْ وَالْمُكَذِّبِيْنَ اُولِي النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِيْلًا﴾ ’’اور مجھے اور جھٹلانے والے خوش حال لوگوں کو چھوڑ دو اور اُنہیں تھوڑی سی مہلت دے دو‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَذَرْنِيْ وَالْمُكَذِّبِيْنَ﴾ ’’اور مجھے اور جھٹلانے والے کو چھوڑ دو‘‘ مجھے اور ان جھٹلانے والوں کو چھوڑ دیجئے، میں ان سے انتقام لوں

گا، میں نے اگرچہ ان کو مہلت دی ہے مگر میں ان کو مہمل نہیں چھوڑوں گا۔

(2)﴿اُولِی النَّعْمَةِ﴾ ''خوش حال لوگوں کو'' یعنی نعمتوں سے بہرہ منداور دولت مندلوگ جن کو اللہ تعالیٰ نے جب اپنے رزق سے فراخی عطا کی اور اپنے فضل سے ان کونوازا تو انہوں نے سرکشی کا رویہ اختیار کیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰٓى (٦) اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى (٧)﴾ ''ہرگز نہیں! بلاشبہ یقیناً انسان سرکش ہوجاتا ہے۔ کہ وہ اپنے آپ کو دیکھتا ہے کہ وہ مستغنی ہوگیا۔'' (العلق:7,6)(تفسیر سعدی:2861/3)

(3)﴿وَمَهِّلْهُمْ قَلِيْلًا﴾ ''اور اُنہیں تھوڑی سی مہلت دے دو۔'' اللہ تعالیٰ نے سرکشی اختیار کرنے والوں کو عذاب کی وعید سنائی۔

(4) رب العزت نے فرمایا:﴿نُمَتِّعُهُمْ قَلِيْلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ اِلٰى عَذَابٍ غَلِيْظٍ﴾ ''ہم انہیں بہت تھوڑا سامان دے رہے ہیں، پھر ہم انہیں ایک بہت سخت عذاب کی طرف مجبور کر کے لے جائیں گے۔'' (لقمان:24)

(5)﴿فَذَرْنِيْ وَمَنْ يُّكَذِّبُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ ۭسَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ (٤٤) وَاُمْلِيْ لَهُمْ ۭ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ (٤٥)﴾ ''چنانچہ مجھے اور اس کو چھوڑ دو جو اس کلام کو جھٹلاتا ہے ہم ضرور انہیں آہستہ آہستہ لے جائیں گے جہاں سے وہ نہیں جانیں گے۔ اور میں اُن کو مہلت دوں گا، یقیناً میری خفیہ تدبیر بہت مضبوط ہے۔ یا آپ اُن سے کوئی اجرت مانگتے ہیں کہ وہ تاوان سے بوجھل ہیں؟'' (القلم:45,44)

(6)﴿اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ (٩٥) الَّذِيْنَ يَجْعَلُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا اٰخَرَ ۚ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ (٩٦) وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ (٩٧) فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ (٩٨) وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ (٩٩)﴾ ''بلاشبہ آپ کی جانب سے ہم مذاق اڑانے والوں کے لیے کافی ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرے معبود بناتے ہیں سو جلد ہی وہ جان لیں گے۔ اور بلاشبہ یقیناً ہم جانتے ہیں آپ کا سینہ بے شک اس سے تنگ ہوتا ہے جو وہ کہتے ہیں۔ چنانچہ آپ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کریں اور سجدہ کرنے والوں میں سے ہوجائیں۔ اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہیں یہاں تک کہ آپ کے پاس یقین آجائے۔'' (الحجر:95-99)

﴿اِنَّ لَدَيْنَآ اَنْكَالًا وَّجَحِيْمًا﴾

''یقیناً ہمارے پاس بھاری بیڑیاں اور سخت بھڑکتی ہوئی آگ ہے'' (12)

سوال: ﴿اِنَّ لَدَيْنَآ اَنْكَالًا وَّجَحِيْمًا﴾ ''یقیناً ہمارے پاس بھاری بیڑیاں اور سخت بھڑکتی ہوئی آگ ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اِنَّ لَدَيْنَآ اَنْكَالًا﴾ ''یقیناً ہمارے پاس بھاری بیڑیاں'' یعنی ہمارے پاس سخت عذاب ہے، اسے ہم نے اس شخص کے لیے عبرتناک سزا بنایا ہے جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی والے کاموں پر جما ہوا ہے۔

(2)﴿وَّجَحِيْمًا﴾ ''اور سخت بھڑکتی ہوئی آگ ہے'' جھٹلانے والوں کے لیے دوزخ کی بھڑکتی ہوئی آگ اور دردناک عذاب ہے۔

﴿وَّطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَّعَذَابًا اَلِيْمًا﴾

''اور حلق میں اٹکنے والا کھانا اور دردناک عذاب ہے'' (13)

سوال: ﴿وَّطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَّعَذَابًا اَلِيْمًا﴾ ''اور حلق میں اٹکنے والا کھانا اور دردناک عذاب ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَّطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ﴾ ''اور حلق میں اٹکنے والا کھانا'' یہ حلق میں پھنسنے والا کھانا اس کی تلخی اور ذائقے کی کراہت والا ہوگا۔

(2)﴿وَّعَذَابًا اَلِيْمًا﴾ ''اور دردناک عذاب ہے'' جھٹلانے والوں کے لیے دردناک اور تکلیف دہ عذاب ہوگا۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ (٦) لَّا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ (٧)﴾ ''سوکھی خاردار جھاڑی کے سوا اُن کے لیے کوئی کھانا نہ ہوگا۔ جو نہ موٹا کرے گا اور نہ بھوک میں کافی ہوگا۔'' (الغاشیہ: 7,6)

(4)﴿اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ (٤٣) طَعَامُ الْاَثِيْمِ (٤٤)﴾ ''یقیناً زقوم کا درخت۔ گناہ گار کا کھانا ہے۔'' (الدخان: 44,43)

(5) امام احمد ابن ابی داؤد ابن عدی اور بیہقی کی روایت ہے کہ ایک شخص نے قرآن کی یہ آیت سنی تو خوف سے بیہوش ہوگیا۔

(6) سیدنا حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ایک دن روزہ سے تھے افطار کے وقت کھانا سامنے آیا تو اس آیت کا دھیان آ گیا، کھانا نہ کھا سکے اٹھوا دیا اگلے روز پھر شام کو ایسا ہی ہوا کھانا اٹھوا دیا، تیسرے روز پھر ایسا ہوا تو ان کے صاحبزادے سیدنا ثابت بنانی اور یزید ضبی اور یحییٰ بکاء کے پاس گئے اور حال سنایا، یہ تینوں حضرات آئے اور سیدنا حسن کو کھانے کا بہت اصرار کرتے رہے پھر مجبور ہو کر کچھ تناول فرمایا۔ (روح المعانی) (معارف القرآن)

﴿يَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيْبًا مَّهِيْلًا﴾

''جس دن زمین اور پہاڑ کانپیں گے اور پہاڑ بھر بھری ریت کے ٹیلے ہو جائیں گے'' (14)

سوال: ﴿يَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيْبًا مَّهِيْلًا﴾ ''جس دن زمین اور پہاڑ کانپیں گے اور پہاڑ بھر بھری ریت کے ٹیلے ہو جائیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿يَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ﴾ ''جس دن زمین اور پہاڑ کانپیں گے'' جس دن سخت زلزلہ آئے گا پہاڑ اور زمین سخت زور زور سے ہلا دیے جائیں گے۔

(2)﴿وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيْبًا مَّهِيْلًا﴾ ''اور پہاڑ بھر بھری ریت کے ٹیلے ہو جائیں گے'' اور پہاڑوں کے سخت پتھر اور بھاری بھاری

چٹانیں ٹکرا ٹکرا کر چور چور ہو جائیں گی۔ اور ان کے ذرات ادھر اُدھر بکھر جائیں گے۔ پہاڑوں کا نام ونشان تک نہ رہے گا اور زمین ایک چٹیل اور صاف میدان کی طرح رہ جائی گی۔ نہ اس میں کوئی وادی ہوگی اور نہ نشیب وفراز۔ (سراج المنیر :2144/2)

(3) پہاڑ بکھری ہوئی ریت کی مانند ہونگے۔ اس کے بعد یہ ریت آہستہ آہستہ اڑتا ہوا غبار بن جائے گی۔

﴿اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا ۙ شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا﴾

''بلا شبہ ہم نے تمہاری جانب ایک رسول بھیجا ہے جو تم پر گواہی دینے والا ہے جیسے ہم نے فرعون کی طرف ایک رسول بھیجا تھا'' (15)

سوال: ﴿اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا ۙ شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا﴾ ''بلا شبہ ہم نے تمہاری جانب ایک رسول بھیجا ہے جو تم پر گواہی دینے والا ہے جیسے ہم نے فرعون کی طرف ایک رسول بھیجا تھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا ۙ شَاهِدًا عَلَيْكُمْ﴾ ''بلا شبہ ہم نے تمہاری جانب ایک رسول بھیجا ہے جو تم پر گواہی دینے والا ہے'' اللہ رب العزت نے قریش سے خصوصاً اور تمام مسلمانوں سے عموماً مخاطب ہو کر فرمایا ہے کہ ہم نے تمہارے پاس رسول بھیجا ہے جو تمہارے اعمال پر شاہد ہے۔

(2) یعنی امت پر ان کے اعمال کے ذریعے سے گواہ ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد ادا کرو اور اس عظیم نعمت پر اس کا شکر ادا کرو ان کی نافرمانی کرنے سے بچو۔

(3) ﴿كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا﴾ ''جیسے ہم نے فرعون کی طرف ایک رسول بھیجا تھا'' یعنی ایسا نہ ہو جیسے فرعون کے پاس سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو رسول بنا کر بھیجا اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دی تو اس نے اس دعوت کو جادو قرار دے کر ان کا جادوگروں سے مقابلہ کروایا۔ آخر رب العزت نے اسے سمندر میں غرق کر دیا۔

(4) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا اور فرمایا ''اے لوگو! تم اللہ کے پاس جمع کیے جاؤ گے، ننگے پاؤں، ننگے جسم اور بغیر ختنہ کے، پھر آپ نے یہ آیت پڑھی ''جس طرح ہم نے اول بار پیدا کرنے کے وقت ابتدا کی تھی، اسی طرح اسے دوبارہ زندہ کر دیں گے، ہمارے ذمہ وعدہ ہے، ہم ضرور اسے کر کے ہی رہیں گے۔'' آخر آیت تک۔ پھر فرمایا قیامت کے دن تمام مخلوق میں سب سے پہلے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو کپڑا پہنایا جائے گا۔ ہاں اور میری امت کے کچھ لوگوں کو لایا جائے گا اور انہیں جہنم کی بائیں طرف لے جایا جائے گا۔ میں عرض کروں گا، میرے رب! یہ تو میرے امتی ہیں؟ مجھ سے کہا جائے گا، آپ کو نہیں معلوم ہے کہ انہوں نے آپ کے بعد نئی نئی باتیں

شریعت میں نکالی تھیں۔اس وقت میں بھی وہی کہوں گا جو عبد صالح سیدنا عیسی علیہ السلام نے کہا ہوگا کہ ”میں ان کا حال دیکھتا رہا جب تک میں ان کے درمیان رہا، پھر جب تو نے مجھے اٹھالیا (جب سے) تو ہی ان پر نگران ہے“ مجھے بتایا جائے گا کہ آپ کی جدائی کے بعد یہ لوگ دین سے پھر گئے تھے۔(بخاری:4625)

(5) سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن سیدنا نوح علیہ السلام کو بلایا جائے گا، وہ کہیں گے: لبیك وسعدیك یارب! اللہ رب العزت فرمائے گا: کیا تم نے میرا پیغام پہنچادیا تھا؟ سیدنا نوح علیہ السلام عرض کریں گے کہ میں نے پہنچادیا تھا۔ پھر ان کی امت سے پوچھا جائے گا کیا انہوں نے میرا پیغام تمہیں پہنچایا تھا؟ وہ لوگ کہیں گے کہ ہمارے یہاں کوئی ڈرانے والا نہیں آیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا (نوح علیہ السلام سے) کہ ”آپ علیہ السلام کے حق میں کوئی گواہی بھی دے سکتا ہے؟ وہ کہیں گے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی امت میری گواہ ہے۔ چنانچہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ان کے حق میں گواہی دے گی کہ انہوں نے پیغام پہنچادیا تھا اور رسول (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی امت کے حق میں گواہی دیں گے (کہ انہوں نے سچی گواہی دی ہے)۔ یہی مراد ہے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے کہ ”اور اسی طرح ہم نے تم کو امتِ وسط بنایا تاکہ تم لوگوں کے لیے گواہی دو اور رسول تمہارے لیے گواہی دیں۔“ (آیت میں) لفظ وسط کے معنی عادل، منصف اور بہتر کے ہیں۔(بخاری:4487)

﴿فَعَصٰى فِرۡعَوۡنُ الرَّسُوۡلَ فَاَخَذۡنٰهُ اَخۡذًا وَّبِيۡلًا﴾

”سو فرعون نے اس رسول کی نافرمانی کی تو ہم نے اسے پکڑ لیا، نہایت سخت پکڑنا“ (16)

سوال: ﴿فَعَصٰى فِرۡعَوۡنُ الرَّسُوۡلَ فَاَخَذۡنٰهُ اَخۡذًا وَّبِيۡلًا﴾ ”سو فرعون نے اس رسول کی نافرمانی کی تو ہم نے اسے پکڑ لیا، نہایت سخت پکڑنا“ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَعَصٰى فِرۡعَوۡنُ الرَّسُوۡلَ﴾ ”سو فرعون نے اس رسول کی نافرمانی کی“ فرعون نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی تصدیق نہیں کی بلکہ ان کی نافرمانی کی۔

(2) ﴿فَاَخَذۡنٰهُ اَخۡذًا وَّبِيۡلًا﴾ ”تو ہم نے اسے پکڑ لیا، نہایت سخت پکڑنا“ اللہ تعالیٰ نے فرعون کو بڑے وبال یعنی انتہا کی شدت کے عذاب میں پکڑ لیا۔

(3) فرعون کو سخت گرفت میں لے لیا لہٰذا اے نافرمانی کرنے والو اللہ تعالیٰ کی گرفت سے ڈر جاؤ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی نہ کرو ورنہ تمہارا حشر بھی فرعون جیسا ہی ہوگا جس کو ایک غالب، اقتدار والے کی طرح پکڑ لیا۔

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''تو ہم نے اُسے اور اُس کے لشکروں کو پکڑ لیا، پھر اُن کو سمندر میں پھینک دیا سو آپ دیکھیں ظالموں کا کیسا انجام تھا۔'' (القصص:40)

(5) ﴿وَلَقَدْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰى ۙ اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْ فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا ۙ لَّا تَخٰفُ دَرَكًا وَّلَا تَخْشٰى (۷۷) فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُوْدِهٖ فَغَشِيَهُمْ مِّنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ (۷۸)﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ کی طرف وحی کی کہ رات کے وقت میرے بندوں کو لے کر نکلو پھر ان کے لیے سمندر میں خشک راستہ بناؤ، نہ تم تعاقب کا خوف کھاؤ گے اور نہ ہی تم ڈرو گے۔ پھر فرعون نے اپنے لشکروں کے ساتھ اُن کا پیچھا کیا تو اُن کو سمندر نے ڈھانپ لیا اس چیز نے جس نے انہیں ڈھانپا۔'' (طٰہٰ:78,77)

(6) یہ بات اہلِ مکہ کو اس لئے کہی گئی ہے کہ وہ متنبہ ہو جائیں کہ اگر سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو جھٹلانے کی وجہ سے فرعون کا یہ حال ہو سکتا ہے تو تمہارا ابھی وہی حشر ہو سکتا ہے۔

(7) ﴿فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى﴾ ''تو اللہ تعالیٰ نے اُسے آخرت اور دنیا کے عذاب میں پکڑ لیا۔'' (النازعات:25)

﴿فَكَيْفَ تَتَّقُوْنَ اِنْ كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبًا﴾

''پھر اگر تم نے کفر کیا تو اُس دن تم کیسے بچو گے جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا'' (17)

سوال: ﴿فَكَيْفَ تَتَّقُوْنَ اِنْ كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبًا﴾ ''پھر اگر تم نے کفر کیا تو اُس دن تم کیسے بچو گے جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَكَيْفَ تَتَّقُوْنَ اِنْ كَفَرْتُمْ يَوْمًا﴾ ''پھر اگر تم نے کفر کیا تو اُس دن تم کیسے بچو گے'' یعنی تمہیں کفر کے ساتھ قیامت کے دن کیسے نجات مل سکتی ہے؟

(2) ﴿يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبًا﴾ ''جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا'' اگر تم نے اللہ تعالیٰ کو نہ مانا اور اس کے رسول ﷺ کی تصدیق نہ کی تو اس دن کی گھبراہٹوں سے کیسے نجات پاؤ گے وہ دن جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا۔ یعنی اس کے اندوہناک زلزلوں کی زد میں اگر بچے بھی آئیں گے تو بوڑھے ہو جائیں گے۔

(3) سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''اللہ پاک قیامت کے دن سیدنا آدم علیہ السلام سے فرمائے گا اے آدم! وہ عرض کریں گے، میں حاضر ہوں اے رب! تیری فرمانبرداری کے لیے، پروردگار آواز سے پکارے گا (یا فرشتہ پروردگار کی

طرف سے آواز دے گا) اللہ حکم دیتا ہے کہ اپنی اولاد میں سے دوزخ کا جتھہ نکالو، وہ عرض کریں گے اے پروردگار! دوزخ کا جتھا کتنا نکالوں۔ حکم ہوگا (راوی نے کہا میں سمجھتا ہوں) ہر ہزار آدمیوں میں سے نوسونانوے (گویا ہزار میں ایک جنتی ہوگا) یہ ایسا سخت وقت ہوگا کہ پیٹ والی کا حمل گر جائے گا اور بچہ (فکر کے مارے) بوڑھا ہو جائے گا (یعنی جو بچپن میں پڑا ہو) اور تو قیامت کے دن لوگوں کو ایسا دیکھے گا جیسے وہ نشہ میں متوالے ہو رہے ہیں حالانکہ ان کو نشہ نہ ہوگا بلکہ اللہ کا عذاب ایسا سخت ہوگا (یہ حدیث جو صحابہ حاضر تھے ان پر سخت گزری، ان کے چہرے ڈر کے مارے) بدل گئے۔ (بخاری:4741)

(4)﴿يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ ﴿١﴾ يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّاۤ اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ ﴿٢﴾﴾ ''اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو، یقینا قیامت کا زلزلہ بہت بڑی چیز ہے۔ جس دن تم اُسے دیکھو گے ہر دودھ پلانے والی اس سے غافل ہو جائے گی جسے اس نے دودھ پلایا اور ہر حاملہ اپنا حمل ڈال دے گی اور آپ لوگوں کو مدہوش دیکھیں گے حالانکہ وہ مدہوش نہ ہوں گے بلکہ اللہ تعالیٰ کا عذاب ہی بڑا سخت ہوگا۔''

(الحج:2,1)

﴿ السَّمَآءُ مُنْفَطِرٌۢ بِهٖ ؕ كَانَ وَعْدُهٗ مَفْعُوْلًا ﴾

''آسمان اس میں پھٹ جانے والا ہے، اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہمیشہ سے پورا ہو کر ہی رہنے والا ہے'' (18)

سوال: ﴿السَّمَآءُ مُنْفَطِرٌۢ بِهٖ ؕ كَانَ وَعْدُهٗ مَفْعُوْلًا﴾ ''آسمان اس میں پھٹ جانے والا ہے، اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہمیشہ سے پورا ہو کر ہی رہنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿السَّمَآءُ مُنْفَطِرٌۢ بِهٖ﴾ ''آسمان اس میں پھٹ جانے والا ہے'' اس دن آسمان پھٹ جائے گا اس دن کی دہشت ایسی ہوگی کہ آسمان بھی پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا۔

(2)﴿كَانَ وَعْدُهٗ مَفْعُوْلًا﴾ ''اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہمیشہ سے پورا ہو کر ہی رہنے والا ہے۔'' وہ دن یعنی قیامت آ کر رہے گی۔ کوئی اسے روکنے والا نہیں۔ اس کا وقوع لازم ہے کوئی اس کے راستے میں حائل نہیں ہو سکتا۔

﴿اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا﴾

''بلاشبہ یہ ایک نصیحت ہے تو جو شخص چاہے اپنے رب کی طرف راستہ بنا لے'' (19)

سوال: ﴿اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا﴾ ''بلاشبہ یہ ایک نصیحت ہے تو جو شخص چاہے اپنے رب کی طرف راستہ بنالے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ﴾ ''بلاشبہ یہ ایک نصیحت ہے'' یہ آیات جس میں قیامت کا ذکر کیا گیا ہے اور اس کی ہولناکیوں کی خبر دی گئی ہے۔ یہ ایک یاددہانی ہے جس سے اہل تقویٰ نصیحت پکڑتے ہیں اور ایمان والے برائیوں سے رک جاتے ہیں۔

(2) ﴿فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا﴾ ''تو جو شخص چاہے اپنے رب کی طرف راستہ بنالے'' یعنی وہ راستہ جو اسے اس کے رب تک پہنچاتا ہے۔ وہ راستہ اللہ کی شریعت کی اتباع کے ذریعے سے حاصل ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو کھول کھول کر بیان کیا اور پوری طرح واضح کردیا ہے۔ اس آیت کریمہ میں اس امر کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو ان کے افعال پر قدرت اور اختیار عطا کیا ہے، ایسے نہیں جیسے ''جبریہ'' کہتے ہیں کہ بندوں کے افعال ان کی مشیت کے بغیر واقع ہوتے ہیں کیونکہ یہ نقل اور عقل دونوں کے خلاف ہے۔ (تفسیر سعدی: 2863/3)

(3) جو اپنے رب کا راستہ اختیار کرنا چاہتا ہے۔ وہ ایمان لائے اور اس پر عمل پیرا ہو اور اس کی مرضی کے راستے پر چلے۔

رکوع نمبر 2

﴿اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ وَنِصْفَهٗ وَثُلُثَهٗ وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ ؕ وَاللّٰهُ يُقَدِّرُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ؕ عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ؕ عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى ۙ وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ ۙ وَاٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ ۙ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ؕ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرًا وَّاَعْظَمَ اَجْرًا ؕ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾

''یقینا آپ کا رب جانتا ہے کہ آپ دو تہائی رات کے قریب یا اس کا آدھا یا اس کا ایک تہائی حصہ قیام کرتے ہیں اور اُن لوگوں میں سے ایک گروہ بھی جو آپ کے ساتھ ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی رات اور دن کا اندازہ رکھتا ہے اس نے جان لیا کہ تم اس کو ہرگز ٹھیک شمار نہیں کر سکو گے، سو اُس نے تم پر مہربانی کی تو آسانی سے جتنا ہو سکے قرآن پڑھ لیا کرو اس نے جان لیا کہ تم میں سے کچھ مریض بھی ہوں گے اور کچھ دوسرے لوگ جو زمین میں سفر کریں گے وہ اللہ تعالیٰ کے فضل میں سے تلاش کریں گے اور کچھ دوسرے لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑیں

گے، چنانچہ آسانی سے جتنا ہو سکے پڑھ لیا کرو اور نماز قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو اور اللہ تعالیٰ کو قرض دو، اچھا قرض، اور جو نیکی تم اپنے لیے آگے بھیجو گے اُسے اللہ تعالیٰ کے ہاں موجود پاؤ گے کہ وہ بہتر اور ثواب میں زیادہ بڑی ہے، اور اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' (20)

سوال 1: ﴿اِنَّ رَبَّكَ يَعۡلَمُ اَنَّكَ تَقُوۡمُ اَدۡنٰى مِنۡ ثُلُثَىِ الَّيۡلِ وَنِصۡفَهٗ وَثُلُثَهٗ وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيۡنَ مَعَكَ﴾ ''یقینا آپ کا رب جانتا ہے کہ آپ دو تہائی رات کے قریب یا اس کا آدھا یا اس کا ایک تہائی حصہ قیام کرتے ہیں اور اُن لوگوں میں سے ایک گروہ بھی جو آپ کے ساتھ ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ رَبَّكَ يَعۡلَمُ اَنَّكَ تَقُوۡمُ اَدۡنٰى مِنۡ ثُلُثَىِ الَّيۡلِ وَنِصۡفَهٗ وَثُلُثَهٗ وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيۡنَ مَعَكَ﴾ ''یقینا آپ کا رب جانتا ہے کہ آپ دو تہائی رات کے قریب یا اس کا آدھا یا اس کا ایک تہائی حصہ قیام کرتے ہیں اور اُن لوگوں میں سے ایک گروہ بھی جو آپ کے ساتھ ہیں'' اللہ رب العزت نے رسول اللہ ﷺ کو نصف رات یا ایک تہائی یا دو تہائی رات قیام کرنے کا حکم دیا اور آپ ﷺ کے ساتھ اہل ایمان کی ایک جماعت نے بھی اس حکم کی تعمیل کی۔

(2) ﴿وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيۡنَ مَعَكَ﴾ ''اور اُن لوگوں میں سے ایک گروہ بھی جو آپ کے ساتھ ہیں'' اس سے مراد اصحاب رسول ﷺ ہیں جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے۔ سب پر قیام الیل اس وقت فرض تھا۔ (جامع البیان: 148/29)

(3) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''رات کی نماز دو دو رکعت پڑھا کرو، پھر جب تم نماز سے فارغ ہونا چاہو، تو ایک رکعت وتر پڑھ لیا کرو، یہ ایک رکعت جتنی نماز تم پڑھ چکے ہوا سے وتر بنا دے گی۔'' (بخاری: 990)

(4) سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص دس آیات کے ساتھ قیام کرے وہ غافلوں میں شمار نہیں ہوتا، جو سو آیات کے ساتھ قیام کرے وہ ''قانتین'' (عبادت گزاروں) میں لکھا جاتا ہے۔ اور جو ہزار آیات کے ساتھ قیام کرے وہ ''مقنطرین'' (یعنی بے انتہا ثواب جمع کرنے والوں) میں لکھا جاتا ہے۔ (ابوداؤد: 1398)

(5) سیدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص سے فرمایا: پانچ نمازیں دن رات میں فرض ہیں۔ اس نے پوچھا، کیا اس کے سوا بھی کوئی نماز مجھ پر فرض ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں ہیں! الا یہ کہ تو کوئی نفل نماز پڑھنا چاہے۔ (بخاری: 46)

سوال 2: ﴿وَاللّٰهُ يُقَدِّرُ الَّيۡلَ وَالنَّهَارَ‌ؕ عَلِمَ اَنۡ لَّنۡ تُحۡصُوۡهُ فَتَابَ عَلَيۡكُمۡ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہی رات اور دن کا اندازہ رکھتا ہے

اس نے جان لیا کہ تم اس کو ہرگز ٹھیک شمار نہیں کر سکو گے، سواس نے تم پر مہربانی کی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَاللّٰهُ يُقَدِّرُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہی رات اور دن کا اندازہ رکھتا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ دن اور رات، گھنٹوں اور اوقات کا علم رکھتا ہے۔ وہ ان کی مقدار کو بھی جانتا ہے اور یہ بھی کہ کتنا وقت گزر گیا ہے اور کتنا باقی ہے۔

(2)﴿عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ﴾ ''اس نے جان لیا کہ تم اس کو ہرگز ٹھیک شمار نہیں کر سکو گے،'' یعنی وہ جانتا ہے کہ کسی کمی بیشی کے بغیر تم اس کی مقدار معلوم نہیں کر سکو گے کیونکہ اس کی مقدار کی معرفت کا حصول، واقفیت اور مزید مشقت کا تقاضا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے تخفیف کر دی ہے اور تمھیں صرف اسی چیز کا حکم دیا ہے جو تمہارے لیے آسان ہے، خواہ وہ مقدار سے زیادہ ہو یا کم۔ (تفسیر سعدی:2864/3)

(3) یعنی تمہارا رب جانتا ہے کہ تم پر قیام اللیل فرض کیا گیا ہے اور تم اس کی طاقت نہیں رکھتے۔

(4)﴿فَتَابَ عَلَيْكُمْ﴾ ''سواُس نے تم پر مہربانی کی'' اس لئے اس نے تم سے تخفیف فرما دی ہے۔

سوال3:﴿فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ﴾ ''تو آسانی سے جتنا ہو سکے قرآن پڑھ لیا کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ﴾ ''تو آسانی سے جتنا ہو سکے قرآن پڑھ لیا کرو'' یعنی جتنی قرأت تم پر گراں نہیں گزرتی اتنی تلاوت کرو۔ (2) جس کی تمہیں معرفت حاصل ہے۔

(3) قیام اللیل کرنے والا نمازی صرف اس وقت تک نماز پڑھے جب تک دل کی خوشی شامل ہو۔ اکتاہٹ یا سستی آئے تو اسے آرام کرنا چاہیے۔ (4) راحت اور طمانیت کے ساتھ نماز پڑھنی چاہیے۔

سوال4:﴿عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى ۙ وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِى الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ ۙ وَاٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ﴾ ''اس نے جان لیا کہ تم میں سے کچھ مریض بھی ہوں گے اور کچھ دوسرے لوگ جو زمین میں سفر کریں گے وہ اللہ تعالیٰ کے فضل میں سے تلاش کریں گے اور کچھ دوسرے لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑیں گے، چنانچہ آسانی سے جتنا ہو سکے پڑھ لیا کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى﴾ ''اس نے جان لیا کہ تم میں سے کچھ مریض بھی ہوں گے'' یعنی اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تم میں سے کچھ لوگ بیمار ہوں گے اور دو تہائی، نصف یا ایک تہائی رات کی نماز ان پر گراں گزرے گی۔ اس لئے مریض اتنی ہی نماز پڑھے جو اس کے لئے آسان ہے۔ (2) مشقت کی صورت میں کھڑے ہو کر بھی نماز پڑھنے کا پابند نہیں ہے۔

(3) اگر بیماری میں نفل نماز پڑھنے میں اس کے لئے مشقت ہے تو وہ اسے چھوڑ دے، اسے اسی طرح نماز پڑھنے کا اجر ملے گا جیسے صحت مندی کی حالت میں پڑھتا تھا۔

(4) ﴿وَاٰخَرُوۡنَ يَضۡرِبُوۡنَ فِى الۡاَرۡضِ يَبۡتَغُوۡنَ مِنۡ فَضۡلِ اللّٰهِ﴾ ''اور کچھ دوسرے لوگ جو زمین میں سفر کریں گے وہ اللہ تعالیٰ کے فضل میں سے تلاش کریں گے''، یعنی اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تم میں مسافر بھی ہیں جو تجارتی سفر کرتے ہیں تا کہ اپنے اہل وعیال کی معاشی کفالت کا حق ادا کر سکیں، مسافر کے لئے فرض نماز میں بھی تخفیف کر دی گئی ہے اور دو نمازوں کو جمع کرنے اور چار میں قصر کو مباح کر دیا گیا ہے۔ تو نفل نمازوں میں بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آسانی دی گئی ہے۔

(5) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ فرمایا: ''جہاد فی سبیل اللہ کے بعد اگر کسی حالت میں جان دینا مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے تو وہ یہ حالت ہے کہ میں اللہ کا فضل تلاش کرتے ہوئے کسی پہاڑی درے سے گزر رہا ہوں اور وہاں مجھ کو موت آ جائے، پھر انہوں نے یہی آیت پڑھی۔'' (بیہقی)

(6) ﴿وَاٰخَرُوۡنَ يُقَاتِلُوۡنَ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ﴾ ''اور کچھ دوسرے لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑیں گے'' سفر کا ایک سلسلہ رزق کے لئے سفر ہے، دوسرا حج کے لئے، تیسرا جہاد فی سبیل اللہ کے لئے، وہ اتنی مقدار میں نماز پڑھ سکتا ہے جو اسے تکلیف نہ دے۔

(7) ﴿فَاقۡرَءُوۡا مَا تَيَسَّرَ مِنۡهُ﴾ ''چنانچہ آسانی سے جتنا ہو سکے پڑھ لیا کرو'' اللہ تعالیٰ نے دو امور میں بیماری اور سفر میں تخفیف کے بعد ایسے شخص کا ذکر کیا ہے جو صحت مند ہے اور اپنے گھر میں مقیم ہے۔ رات کا قیام کرتا ہے، اس کے لئے بھی دین میں تنگی نہیں رکھی۔ الحمدللہ رب العزت نے شریعت کو آسان بنایا ہے۔

(8) یعنی جس قدر آسانی سے قرآن پڑھ سکتے ہو پڑھو۔ رات کی حد بندی نہ کرو۔ رات میں جتنی آسانی کے ساتھ نماز پڑھ سکو پڑھ لو۔

(9) یہاں قرأت سے مراد نماز ہے۔

(10) یعنی جس قدر قرأت یعنی نماز آسان ہو پڑھ لو۔ جس قدر قیام آسانی سے کر سکو کر لو۔ (مختصر ابن کثیر: 2/2146)

(11) قیام اللیل اس سے پہلے واجب تھا اور اس آیت سے اسے امت کے لئے نفل کر دیا گیا۔ (ایسر التفاسیر: 1694)

(12) سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (فرض) نماز پڑھتے پھر واپس جا کر اپنی قوم کے لوگوں کو (وہی) نماز پڑھایا کرتے تھے۔ ایک بار عشاء میں انہوں نے سورہ البقرہ شروع کی (مقتدیوں میں سے) ایک شخص نماز توڑ کر چل دیا۔ سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ ان کو برا کہنے لگے یہ خبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی (اس نے جا کر معاذ کی شکایت کی) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ کو فرمایا:

توبلا میں ڈالنے والا ہے، بلا میں ڈالنے والا ہے، بلا میں ڈالنے والا ہے، تین بار فرمایا۔ یایوں فرمایا: توفسادی ہے، فسادی ہے، فسادی ہے، پھر آپ نے سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ مفصل کی بیچ کی دو سورتیں پڑھا کرے۔ عمرو بن دینار رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے یاد نہ رہیں (کہ کون سی سورتوں کا آپ نے نام لیا)۔ (بخاری:701)

(13) ابن عباس نے کہا ﴿فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ﴾ سے مراد 100 آیات ہیں۔ (مجمع الزوائد:276/7)

سوال 5: ﴿وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا﴾ ''اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ تعالیٰ کو قرض دو، اچھا قرض'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ﴾ ''اور نماز قائم کرو'' یعنی نماز کو اس کے ارکان، اس کی حدود، اس کی شرائط اور اس کی تکمیل کرنے والے تمام امور کے ساتھ قائم کرو۔ (تفسیر سعدی:2865/3)

(2) ﴿وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ﴾ ''اور زکوٰۃ ادا کرو'' یعنی فرض صدقہ دو۔ دل کی سچائی اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے پاک مال میں سے خرچ کرو۔

(3) جتنی زیادہ نیت سچی ہوگی اور دل کے ثبات سے دو گے اتنا ہی زیادہ اجر پاؤ گے۔

(4) ﴿وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کو قرض دو، اچھا قرض'' یعنی اپنے زائد مال میں سے صدقہ کر کے اپنے نفسوں کو پاک کرو، یہ قرض حسنہ ہے۔

(5) اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرو اور وہ جہاد ہے۔ اس راستے میں خرچ کیا گیا مال سات سو گنا تک اجر دے گا۔ (ایسر التفاسیر:1693,1694)

(6) رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ﴾ ''اگر تم اللہ تعالیٰ کو قرضِ حسنہ دو گے تو وہ اُسے تمہارے لیے کئی گنا بڑھا دے گا اور تمہیں بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ بڑا قدردان، بے حد بردبار ہے۔'' (التغابن:17)

(7) رب العزت نے فرمایا: ﴿مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗٓ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً ۭ وَاللّٰهُ يَقْبِضُ وَيَبْصُۜطُ ۠ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾ ''کون ہے وہ جو اللہ تعالیٰ کو قرضِ حسنہ دے؟ سو وہ اس کو بڑھا چڑھا کر اس کے لیے کئی گنا کر دے اور اللہ تعالیٰ ہی تنگی اور کشادگی پیدا کرتا ہے اور اُسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔'' (البقرہ:245)

(8) ﴿مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَلَهٗٓ اَجْرٌ كَرِيْمٌ﴾ ''کون ہے جو اللہ تعالیٰ کو قرضِ حسنہ دے؟ تو وہ اُسے کئی گنا تک اُس کے لئے بڑھا دے اور اُسی کے لیے باعزت اجر ہے۔'' (الحدید:11)

(9) سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کون ہے جسے اپنے وارث کا مال اپنے مال سے زیادہ محبوب ہو؟'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: ''یا رسول اللہ ﷺ! ہم میں سے ہر شخص کو اپنا مال ہی سب سے زیادہ محبوب ہے۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''پس انسان کا مال تو وہی ہے جو اس نے (صدقہ وخیرات) کر کے آگے بھیجا اور اس کے وارث کا مال وہ ہے جو وہ پیچھے چھوڑ گیا۔'' (سلسلہ احادیث صحیحہ:1486)

سوال6: اللہ تعالیٰ نے تہجد کو فرض سے نفل قرار دیتے ہوئے دو عبادات نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا اس کی حکمت واضح کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے تہجد جیسی فضیلت والی نماز کی فرضیت کو ساقط کیا تو نیکی کے بڑے کاموں کا حکم دیا اور یہ راہ نمائی کی کہ دین کی درستگی کے لیے کون سے فرائض ہیں جن کی درست ادائیگی آپ کے لئے نفع مند ہوگی۔

(2) رب العزت نے فرائض کی حفاظت کرنے کا حکم دیا ہے۔ (3) اللہ تعالیٰ نے دو عبادتوں کا ذکر فرمایا جوام العبادات اور ان کا ستون ہیں، یعنی نماز قائم کرنا جس کے بغیر دین درست نہیں رہتا اور زکوٰۃ ادا کرنا جو ایمان کی دلیل ہے اور اس سے حاجت مندوں اور مساکین کے لیے ہمدردی حاصل ہوتی ہے۔ (تفسیر سعدی:2865/3) (4) زکوٰۃ مکہ میں فرض ہوئی پھر مدینہ میں نصاب مقرر ہوا۔

سوال7: ﴿وَمَا تُقَدِّمُوا لِاَنۡفُسِکُمۡ مِّنۡ خَیۡرٍ تَجِدُوۡهُ عِنۡدَ اللّٰهِ هُوَ خَیۡرًا وَّاَعۡظَمَ اَجۡرًا﴾ ''اور جو نیکی تم اپنے لیے آگے بھیجو گے اُسے اللہ تعالیٰ کے ہاں موجود پاؤ گے کہ وہ بہتر اور ثواب میں زیادہ بڑی ہے'' نیکیاں مال سے بہتر ہیں، اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَا تُقَدِّمُوا لِاَنۡفُسِکُمۡ مِّنۡ خَیۡرٍ تَجِدُوۡهُ عِنۡدَ اللّٰهِ هُوَ خَیۡرًا وَّاَعۡظَمَ اَجۡرًا﴾ ''اور جو نیکی تم اپنے لیے آگے بھیجو گے اُسے اللہ تعالیٰ کے ہاں موجود پاؤ گے کہ وہ بہتر اور ثواب میں زیادہ بڑی ہے'' تم جو نیکیاں کرو گے تمہارے لئے اس مال سے بہتر ہیں جو تم پیچھے چھوڑ جاؤ گے۔

(2) نیکی کا اجر دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک بلکہ بے شمار گنا ملتا ہے۔ معلوم ہونا چاہیے کہ اس دنیا میں کی ہوئی ذرہ بھر بھلائی کے مقابلے میں ہمیشہ رہنے والی نعمتوں کے گھر میں دنیا کی لذتوں سے کئی گنا زیادہ لذتیں اور شہوات ہیں، اس دنیا میں کی ہوئی بھلائی اور نیکی، آخرت کے دائمی گھر میں بھلائی اور نیکی کی بنیاد، اس کا بیج، اس کی اصل اور اساس ہے۔ (تفسیر سعدی:2865/3)

سوال8: ﴿وَاسۡتَغۡفِرُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' بھلائی اور نیکی کے کاموں کا حکم دینے کے بعد استغفار کے حکم کی حکمت واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاسۡتَغۡفِرُوا اللّٰهَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگو'' بھلائی اور نیکی کے کاموں کی ترغیب دینے کے بعد، استغفار کا حکم دیا جس

میں بہت بڑا فائدہ ہے۔اس کا سبب یہ ہے کہ بندہ ان کاموں میں کوتاہی سے پاک نہیں جن کا اسے حکم دیا گیا ہے یا تو وہ ان کاموں کو سرے سے کرتا ہی نہیں یا انہیں ناقص طریقے سے کرتا ہے، پس اسے استغفار کے ذریعے سے اس کی تلافی کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ کیونکہ بندہ دن رات گناہ کرتا ہے اگر اللہ تعالیٰ اسے اپنی رحمت اور مغفرت سے ڈھانپ نہ لے تو وہ ہلاک ہوجائے گا۔(تفسیر سعدی:2865,2866/3)

(2) یعنی نیکیوں میں کمی اور برائیوں کے سرزد ہونے کے لئے استغفار کرو۔

(3) رب العزت نے اہل ایمان کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرمایا:﴿ كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ (١٧) وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ (١٨)﴾ ''رات کو وہ بہت کم سویا کرتے تھے۔اور سحری کے اوقات میں وہ بخشش مانگا کرتے تھے۔''(الذاریات:18,17)

(4) سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز سے سلام پھیرتے تو تین دفعہ استغفار کرتے۔(مسلم:1334)

(5)﴿اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والے کے گناہ بخش دیتے ہیں، اس پر رحم فرماتے ہیں، اس سے ایسے گناہ پر مواخذہ نہیں کرتے جس سے اس نے توبہ کر لی ہو۔

(6) اللہ تعالیٰ مجبوریوں کی وجہ سے تخفیف کرتے ہیں۔اس سے اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کا شعور دلایا ہے۔اللہ تعالیٰ مجبوریوں کو معاف کر دیتے ہیں۔اس سے اللہ تعالیٰ نے اپنی مغفرت کا شعور دلایا ہے۔

(7) دل سے یقین رکھو اور گناہوں کی معافی مانگتے رہو۔اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی معاف کرنے والا نہیں۔جو بھی نادم ہو کر اس سے معافی مانگتا ہے وہ اسے معاف کر دیتا ہے۔

(8) رب العزت نے فرمایا:﴿قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی، اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ، یقیناً اللہ تعالیٰ سب کے سب گناہوں کو بخش دیتا ہے۔یقیناً وہی بڑا بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''(الزمر:53)﴿رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ﴾ ''اے ہمارے رب مجھے اور میرے والدین کو اور تمام مومنوں کو بخش دینا جس دن حساب قائم ہو گا۔''(ابراہیم:41)

رب العزت کا ارشاد ہے

وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا

اور قرآن کو خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو

(سورۃ المزمل: 4)

www.alnoorpk.com | Nighat Hashmi | 0336-4033045

Nighat Hashmi | AlNoor International | AlNoor Products